مال کو صدقہ کر دیا تھا۔ اور کیوں آپ کے مال سے آپ کے وارثوں کو کچھ نہ ملا۔ اس سوال کے جواب میں اس بات کو پیش کرنا کہ آں حضرت نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ دھوکہ بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اِس بات کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث مذکور کو پیش کرنا دھوکہ دہی پر دھوکہ دہی نہیں تو دھوکہ بازی کس چیز کا نام ہے۔

مجیب کے اعتقاد میں حدیث صحیح بخاری قرآن نہیں ہے اور وہ مجیب کے اعتقاد میں یہ حق نہیں رکھتی کہ احکام پر کچھ زیادتی کر سکے۔ اسی حدیث سے تو یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ اگر حدیث قرآن کی مزید تشریح نہیں کر سکتی تو آں حضرت نے کیوں ایسا کیا جس کا ذکر حدیث بخاری میں آیا ہے۔ پھر اس حدیث کو جواب میں پیش کرنا دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر کوئی مجیب کی طرف سے یہ کہے کہ اِس جواب میں جو آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نقل کی گئی ہے وہ اس امر کی دلیل ہے کہ آں حضرت نے اسی آیت کے حکم سے اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اِس آیت میں بھی مطلق صدقہ کی ترغیب ہے۔ نہ تمام مومنوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیں۔ اور وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑیں۔ اور اُن کو فقیر محتاج رکھ کر سفر آخرت کریں۔ اور نہ اس آیت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی خاص حکم ہے۔ کہ آپ اپنا سارا مال صدقہ کر دیں۔ اور نہ آپ کے عمل کی حکایت ہے کہ آپ نے کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ پس اگر مجیب نے اس آیت کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے تو بھی دھوکہ دیا ہے جس قرآن مجید میں یہ آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ منزل ہے اُسی قرآن مجید میں آیت میراث بھی موجود ہے۔ جس میں یہ ارشاد ہے کہ خدا تعالے

یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (پارہ ۴۔ سورہ نساء رکوع ۲)

تم کو وصیت کرتا ہے یعنے تاکیدی حکم دیتا ہے کہ تم اپنے مالوں سے بیٹوں کے لئے دو

بیٹیوں کے حصہ کے برابر حصہ دے جاؤ۔ (یعنے اُن کے لئے چھوڑ جاؤ۔) پھر اس حکم کے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (نساء۔ رکوع ۲-)

اخیر میں فرمایا۔ جو شخص ان احکام کی تعمیل میں خدا و رسول کی فرمانبرداری کرے گا اُس کو خدا تعالےٰ جنت میں داخل کرے گا۔ جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا اُس کو خدا تعالےٰ آگ میں ڈالیگا۔ اور اسکے لئے ذلت کی مار ہے۔

ان آیات سے صاف ثابت ہے کہ جو شخص اپنے تمام مال کو فے سبیل اللہ صدقہ کر دے اور وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑے اور اُن کو فقیر محتاج لوگوں کے آگے سوال کا ہاتھ پھیلانے [illegible] جب عذاب نار ہے۔ اسی حکم قرآنی کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے وارث کی وراثت

عن انس قال قال رسول اللّٰہ من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ۔ رواہ ابن ماجہ مشکوۃ صـ۲۵ـ

قطع کر جائے اُسکی وراثت جنت سے قطع ہو جاتی ہے

عن کعب بن مالک قال ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللّٰہ و رسولہ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امسک بعض مالک فہو خیر لک (صحیح بخاری صـ۶۷۵ـ)

اور اسی حکم کے مطابق آنحضرت نے کعب بن مالک کو جس نے اپنے سارے مال کو صدقہ کر دینا چاہا تھا اِس فعل سے روک دیا۔

وعن سعد بن ابی وقاص قلت یا رسول اللّٰہ ان لی مالاً کثیرا ولا یرثنی الا ابنۃ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو جنہوں نے اپنے مال کے دو ثلث کو پھر نصف کو خیرات کرنا چاہا تھا فرمایا ایک ثلث خیرات کر۔ اور فرمایا تو اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جائے تو اِس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر محتاج

افاتصدق بثلثی مالی فقال لا۔ قال فالشطر قال لا۔ قلت فالثلث قال الثلث کثیر انک ان ترکت ولدک اغنیاء خیر من ان تترکھم عالۃ یتکففون الناس (صحیح بخاری صفحہ ۹۹۷) وفی روایۃ عنہ اوصی مکان افاتصدق ودر ثتک مکان ولدک (صحیح بخاری صفحہ ۳۸۳)

چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے آگے سوال کا ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اسی حکم قرآنی کے مطابق آنحضرت نے وصیت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ثلث مال سے وصیت کریں۔ پھر فرمایا کہ ثلث بھی بہت ہے۔ یعنے اس سے بھی کم مال کی وصیت کریں تو بہتر ہے۔

اِن ہی احکام قرآن وحدیث کے مطابق تمام مسلمانوں میں شرقاً وغرباً عمل ہے کہ وہ تمام مال کو صدقہ نہیں کرتے۔ اگر کوئی تمام مال کی کسی کے لئے وصیت کر جائے تو اس وصیت کو وہ ثلث مال تک نافذ کرتے ہیں۔ باقی دو ثلث میں اس وصیت کو مسترد کر دیتے ہیں۔ ان احکام قرآن کریم وحدیث ختم المرسلین اور تعامل واتفاق مسلمین سے صاف ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول امین اور کافہ مسلمین کے نزدیک آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا عامہ مسلمین اپنے تمام اموال کو فی سبیل اللہ صرف کر دیں۔ اور وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑیں اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بھی وہ سوال عائد ہوتا ہے کہ آن حضرت نے کیوں اپنا مال صدقہ کر دیا۔ اور کیوں اپنے وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا جس کا جواب نہ یہ مجرد دعوےٰ وقول مجیب ہو سکتا ہے کہ آں حضرت نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ اور نہ اس کے پیش کردہ دلائل آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یا حدیث مذکور بخاری مجیب نے جو کچھ اس سوال کے جواب میں پیش کیا ہے اس میں اپنے تابعین کو دھوکھ دیا ہے اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے جس کے قائل تمام سُنی مسلمان ہیں کہ بے شک قرآن کریم میں یہی حکم ہے۔ کہ تمام مسلمان اپنے سارے اموال کو صدقہ نہ کریں۔ اور وارثوں کے لئے ترکہ چھوڑ دیں۔ مگر آن حضرت اس حکم قرآنی سے مخصوص ومستثنےٰ ہیں۔ آپ نے

وحی خفی یا غیر متلو کی مدد سے اس حکم قرآنی میں یہ تخصیص و تشریح فرمائی ہے کہ یہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوگا۔ اس تخصیص و تشریح کے ساتھ آں حضرت نے اپنی اولاد و اقارب کو اپنے مال سے بالکلیہ محروم بھی نہیں رکھا۔ کہ وہ دست سوال کسی کے آگے پھیلاتے پھریں۔ اور اس اصول کا جو حکم میراث سے مقصود خداوندی ہے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ اپنے اہل بیت کے لیے اس

> فقال لہا ابوبکر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماترکنا صدقۃ۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۵)
>
> عن عائشۃ قال رسول اللہ ماترکنا صدقۃ انما یاکل ال محمد من ہذا المال (بخاری صفحہ ۹۹۵)
>
> عن ابی ہریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقتسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ (بخاری صفحہ ۴۳)

مال سے خرچ خوراک وغیرہ گزارہ الخ کا حق باقی رکھا اور یہ حکم دیا کہ وہ مال جو صدقہ ہو چکا ہے اُس کا مصرف و محل سب سے پہلے آپ کے اہل بیت ہیں۔ وہ اہل بیت اس سے گذارہ لیں گے۔ ہاں عام مسلمانوں کی طرح اس مال کو باہم تقسیم نہ کرینگے۔ اور نہ اُس میں بیع وغیرہ کا حق رکھیں گے۔ مجیب اِس جواب کو مان لے تو اُس کی خوش قسمتی ہے۔ اُس کے مذہب کی غلطی دور ہوتی ہے۔ اور باہمی نزاع رفع ہو جاتی ہے۔ مگر اس جواب کو مان لینا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قرآن کریم کی مزید تشریح قرار دینا مجیب پر موت سے زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ اس سے اُس کے مذہب باطل کی کہ قرآن بذات خود مفصل و مشرح ہے۔ حدیث اسپر زیادتی نہیں کر سکتی۔ بیخ و بنیاد اکھڑ جاتی ہے۔ اور مشیخت کرکری ہو جاتی ہے۔ اور پھر کوئی مرید و معتقد نہیں رہتا۔ لہذا وہ اس جواب کو نہیں مانیگا۔ اور مُنہ سے کبھی اقبال نہ کرے گا۔ کہ حدیث نبوی نے حکم قرآنی کی مزید تشریح

کی ہے۔ کو حدیث بخاری سے مجیب کے استدلال کرنے سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے وہی معنے ہیں جو اس حدیث کے معنے ہیں۔ جس کو ہم نے بخاری سے نقل کیا ہے۔ کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چھوڑا اسکو صدقہ کر دیا تھا۔ اس حدیث متمسک مجیب میں گو ما نافیہ ہے مگر اس کی نفی کو الّا نے جو اس کے بعد ہے توڑ دیا ہے۔ اور اُس کے معنے یہ ہو گئے کہ جو کچھ آنحضرت نے چھوڑا تھا۔ اس کو صدقہ کر دیا تھا جو بعینہ حدیث ما ترکنا فھو صدقۃ کا ترجمہ ہے۔ مجیب نے اُس حدیث کا اگر یہ مطلب سمجھا ہے کہ آن حضرت نے کچھ نہیں چھوڑا تو یہ اس کی بے علمی اور قواعد نحو سے ناواقفی ہے۔ اور اگر اس کا صحیح مطلب سمجھ کر یہ بات کہی ہے کہ آن حضرت نے کچھ نہ چھوڑا تھا۔ تو یہ اُسکی دھوکہ دہی ہے۔ بہر حال حدیث بخاری کو مجیب کا نقل وقبول کرنا صاف ثابت کر رہا ہے کہ اُس کے نزدیک بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کل مال کو صدقہ کرنا حکم قرآن پر زیادتی ہے یا نہیں کیونکہ حکم قرآن کی [illegible] تشریح ہے جس کا ماخذ وحی خفی ہے [illegible] اس بات کو بہت [illegible] سے نہ مانے تو اس کے پیروان سے جو حق کے طالب ہیں۔ اور دھوکہ میں آ کر اس کے دام میں پھنس گئے ہیں۔ وہ تو اب اِس بات کو قبول کر لیں۔ اور خُدا سے ڈر کر مجیب کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں *

جزء ب متعلق سوال پنجم کے جواب مسئلہ پنجم میں جو کچھ مجیب نے کہا ہے اس میں بھی اُس نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اور اپنے بے علم مقلدوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ مجیب کی فہم وحواس وعقل ودماغ میں بھی خلل ہے۔ جو کچھ وہ منہ سے کہتا ہے اُس کے برخلاف کہنے سے نہیں بچتا۔ دعوے کچھ کرتا ہے اور دلیل اُس کے برخلاف پیش کرتا ہے۔ اِس جواب میں اُس نے ایک دعوے تو یہ کیا ہے کہ عرفہ میں نماز ظہر وعصر جمع کرنا مطابق قرآن مجید کے ہے جس کا عام فہم مفہوم یہی ہے کہ وہ جمع جائز ہے۔ اور اُس کی دلیل اُس نے آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا پیش کی ہے۔ جس سے عدم جواز

جمع نکالا ہے - اور دوسرا دعوے یہ کیا ہے کہ مزدلفہ میں نماز مغرب وعشا جمع کرنا عبارت قرآن مجید موجود ہے - اور کوئی آیت اس مضمون کی پیش نہیں کی جس میں نماز مزدلفہ کا ذکر ونشان ہو اس دعوے کے ثبوت میں آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ کو مجیب لایا ہے - جس کو مزدلفہ یا نماز مغرب وعشا سے کچھ تعلق نہیں ہے - دعوے اوّل کے ثبوت میں جو آیت اُس نے پیش کی ہے اس سے اپنے خیال میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے - ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھ لینا جائز نہیں - اور کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کیا ہے تو درحقیقت ایک وقت میں دوسری نماز کو نہیں پڑھا - بلکہ نماز ظہر کو اُس کے وقت کی آخری جزء میں پڑھا - اور نماز عصر کو اُس کے وقت کے اوّل جزء میں پڑھا - اس صورت میں گو صورۃً دونو نمازیں جمع ہوئیں - مگر درحقیقت جمع نہیں ہوئیں - بلکہ ہر ایک نماز اپنے وقت میں ادا ہوئی -

اب ناظرین خصوصاً وامراً اسعاد کان مجیب غور کریں کہ اِس صورت میں سوال جمع عرفات کی نسبت مجیب کو سرے سے یہ کہنا واجب تھا کہ عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کرنا جائز نہیں نہ یہ کہنا کہ نماز ظہر و عصر کو عرفات میں جمع کرنا مطابق قرآن مجید ہے - جس سے کس و ناکس کی سمجھ میں یہی آتا ہے کہ وہ جمع جائز ہے -

یہ تو مجیب کی نافہمی وخلل دماغی کا ثبوت ہے - اب اس کا اِس باب میں سفید جھوٹ سے کام لینا ظاہر و ثابت کیا جاتا ہے - نماز ظہر و عصر عرفات کے متعلق جو اُس نے جمع حقیقی سے انکار کر کے جمع صوری کو تجویز کیا ہے - یہ محض اس کا دروغ بے فروغ ہے جس کو سفید جھوٹ کہا جاتا ہے -

حجۃ الوداع میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کیا تھا تو عین وقت ظہر (ہاجرہ) میں جب کہ وقت نماز عصر کا اثر شروع نہ تھا جمع کیا تھا

اور اسی طرح روئے زمین کے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اسوقت تک کرتے چلے آتے ہیں۔ اور اس امر کو جائز رکھتے ہیں۔ تمام فرقہ ہائے اسلامی شیعہ سُنی اہل حدیث اہل فقہ حنفی۔ شافعی۔ وغیرہ نماز ظہر و عصر کو عرفات کے دن حقیقتاً جمع کرتے ہیں۔ اور اسی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ شافعی و اہل حدیث تو اس جمع کی وجہ سفر بتاتے ہیں۔ اور حنفی فقیہ اس کو ایک نسک حج قرار دیتے ہیں۔ اور چونکہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا ثبوت نقل سے بکار ہے۔ اس لئے ہم اس کے ثبوت میں روایات حدیثیہ و اقوال فقہیہ کو پیش کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کے عمل کو اپنا شاہد ٹھہراتے ہیں۔

فقال سالم ان كنت تريد السنة فهجر بالصلوٰة يوم عرفة فقال عبد الله بن عمر صدق انهم كانوا يجمعون بين الظهر والعصر في السنة فقلت لسالم افعل ذلك رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال سالم وهل يتبعون في ذلك الا سنته (صحیح بخاری صفحہ ۲۲۵)

صحیح بخاری میں ہے کہ سالم بن عبد اللہ نے حجاج کو کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز ظہر و عصر [illegible] کے وقت ادا کر تو۔ عبد اللہ بن عمر نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ تمام لوگ مطابق سنت نماز ظہر و عصر جمع کرتے ہیں۔ اور سالم نے کہا اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

حتى اذا زاغت الشمس ركب القصواء فاتى بطن الوادي فخطب الناس ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۹۷)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب آفتاب ڈھلا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میدان میں خطبہ پڑھا۔ پھر اذان اور تکبیر کہلوا کر نماز ظہر پڑھی۔ پھر تکبیر کہلا نماز عصر پڑھی۔

فيه انه يشرع الجمع بين الظهر والعصر

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں

هناك فی ذلك الیوم وقد اجتمعت الامة علیه واختلفوا فی سببه فقیل بسبب النسك وهو مذهب ابی حنیفة وبعض اصحاب الشافعی وقال اکثر اصحاب الشافعی هو بسبب السفر (شرح مسلم نووی جلد ۱ صفحہ ۲۹۷)

کہا ہے کہ اذان عرفات میں نماز ظہر وعصر کو جمع کرنے کی مشروعیت پر امت محمدیہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ اس جمع کا سبب اور وجہ کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جمع حج کا ایک جزء ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس جمع کی وجہ سفر ہے۔

ویصلی بهم الظهر والعصر فی وقت الظهر باذان واقامتین وقد ورد النقل المستفیض باتفاق الرواة بالجمع بین الصلوتین (هدایه صفحہ ۲۴۲)

اور ہدایہ میں لکھا ہے جو حنفی مذہب کی مشہور و معتبر کتاب ہے کہ اس دن امام نماز ظہر وعصر ظہر کے وقت میں پڑھائے۔ اس باب میں نقل مشہور راویوں کے اتفاق سے پائی جاتی ہے۔

یہ نقل روایات حدیثیہ واقوال فقہیہ ہے جن میں صاف تصریح ہے کہ عرفات میں نماز ظہر وعصر حقیقۃً جمع ہوئی تھیں نہ صورۃً۔ آنحضرت نے بھی حقیقۃً نماز جمع کی تھی۔ اور جمیع فرقہائے وفقہائے اسلام نے بھی حقیقی جمع مسلم رکھے۔ اور عمل مسلمین حجاج مختلف فرقہائے اسلامی کو جن میں مجیب کے اتباع ومقلدین بھی شامل وداخل ہیں پوچھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مجیب اگر ان روایات واقوال کو نہ مانے اور حجاج مسلمین کی شہادت کو بھی قبول نہ کرے۔ تو وہ اپنے مجوزہ جمع صوری کے ثبوت میں اولاً کوئی آیت قرآن پیش کرے جس میں اس جمع صوری پر تصریح اور اس کی تشریح ہو۔ اس میں جمع صوری کرنے کا حکم ہو۔ یا آنحضرت کے فعل جمع صوری کی حکایت ہو۔ اس مضمون کی کوئی آیت وہ پیش نہ کر سکے تو بدرجہ دوم کوئی حدیث ہی پیش کرے اگر اس اعتراف

-۱۰۲